E-Content

Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India

Subject / Course - B.A. Urdu

Paper : Adabi Tanqeed

Module Name/Title : Taraqqi Pasand Tahreek

DEVELOPMENT TEAM	
CONTENT	DDE, MANUU / Dr. Anwar Pasha
PRESENTATION	Dr. Anwar Pasha
PRODUCER	Md. Mujahid Ali

Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India
//imcmanuu

پانچواں باب : ترقی پسند تحریک اور حلقہ ارباب ذوق

اکائی 9 ۔ ترقی پسند تحریک، پس منظر، آغاز وارتقا اور ادب پر اثرات

اکائی کے اجزا

9.0 مقصد

9.1 تمہید

9.2 ترقی پسند تحریک کیا ہے؟

اپنی معلومات کی جانچ کیجیے

9.2.1 پس منظر

9.2.2 آغاز وارتقا

اپنی معلومات کی جانچ کیجیے

9.3 ادب پر اثرات

9.3.1 ترقی پسند شعرا وادبا

اپنی معلومات کی جانچ کیجیے

9.4 خلاصہ

9.5 نمونہ امتحانی سوالات

9.6 فرہنگ

9.7 سفارش کردہ کتابیں

9.0 مقصد

اس اکائی میں آپ ترقی پسند تحریک کا مطالعہ کریں گے۔ یہ مطالعہ آپ کو ترقی پسند تحریک کے پس منظر' آغاز وارتقا' اور ادب پر اس کے اثرات سے متعلق معلومات فراہم کرے گا۔ اس مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ ترقی پسند تحریک سے واقف ہو سکیں۔

☆ ادب پر اس کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔

9.1 تمہید

اردو ادب میں جو چند ادبی تحریکیں رونما ہوئی ہیں ان میں سب سے کامیاب تحریک ترقی پسند تحریک سمجھی جاتی ہے جس نے ادب کو زندگی کے حقائق سے قریب کیا۔ 1936ء میں اس تحریک کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اردو کے معروف شاعروں' ادیبوں نے اس تحریک کی سرپرستی کی۔

اس اکائی میں ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ اس تحریک کا پس منظر کیا ہے؟ مقاصد کیا ہیں؟ اور ادب پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ آپ کی سہولت کے لیے مشکل الفاظ کی فرہنگ اور سفارش کردہ کتابوں کے نام بھی دیے جائیں گے۔

9.2 ترقی پسند تحریک کیا ہے؟

تحریک عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ''کسی بات کو شروع کرنے'' کے ہیں۔ اصطلاحاً کسی مقصد کے حصول کے لیے جب افراد کا گروہ کوشش کرتا ہے تو اسے تحریک کہتے ہیں' خواہ اسے کسی بھی حد تک کامیابی حاصل ہو۔ ترقی پسند تحریک بھی ظاہر ہے کہ ایک تحریک ہے اور اس تحریک کے مخصوص مقاصد میں غریبوں کو ان کا حق دلانا' عدم مساوات کے خلاف آواز بلند کرنا' انسان دوستی اور آزادئ ہند کی کوشش شامل تھی۔ گویا ادب کو گل وبلبل اور کنگھی چوٹی سے بالاتر کر کے اسے مقصدیت سے ہم آہنگ کرنا تھا۔ ترقی پسند تحریک کی نیو' لندن میں رکھی گئی۔ 1930ء میں لندن میں چند ہندوستانی طالب علموں نے اپنے ملک کے سیاسی وسماجی حالات کے تناظر میں انسانیت کی خدمت کا خواب دیکھا اور انفرادی طور پر سعی وجستجو کرنے کے بجائے اجتماعی طور پر تمام زبانوں کے تخلیق کاروں کو ہمراہ لے کر ہندوستانیوں کو پستی' غلامی' مظلومی اور استحصال سے آزاد کرانے کا عزم کیا۔ اس تحریک سے متعلق اور اس کے نظریوں سے اتفاق رکھنے والے ادیبوں نے اپنی اپنی زبان کے ادب میں ترقی پسند خیالات کی تبلیغ وتشہیر کی اور اس طرح اس تحریک نے پورے ہندوستان میں اور ہندوستان کی بیشتر زبانوں میں اپنے وجود کا احساس دلایا۔ دراصل ترقی پسند تحریک کا بنیادی مقصد ادب کے وسیلے سے ''انسانیت کا نشاۃ ثانیہ'' تھا۔ اس تحریک کا باقاعدہ آغاز اپریل 1936ء میں لکھنؤ میں منعقدہ اس کانفرنس سے ہوتا ہے جس کی

صدارت شہرہ آفاق ادیب منشی پریم چند نے کی تھی۔ اردو کے معروف ادیبوں اور شاعروں نے اس تحریک کی سرپرستی کی جن میں منشی پریم چند، مولوی عبدالحق، مولانا حسرت موہانی، جوش ملیح آبادی، فراق گورکھپوری، سید سجاد ظہیر، فیض احمد فیض، ملک راج آنند، عزیز احمد وغیرہ شامل تھے۔ اس کانفرنس کے بعد ہی اس تحریک نے اپنی منظم صورت اختیار کی اور مختلف زبان کے ادیبوں نے انجمن ترقی پسند مصنفین کی داغ بیل ڈالی۔ یہ تحریک اس دور میں اس حد تک اثر انداز ہوئی کہ پرانے اور تجربہ کار قلم کاروں کے ساتھ ساتھ ہر نیا لکھنے والا اس تحریک سے خود کو وابستہ کرنے میں فخر محسوس کرنے لگا اور تھوڑے ہی عرصے بعد یعنی بیسویں صدی کی چوتھی پانچویں دہائی میں ترقی پسندی نے فیشن کی صورت اختیار کر لی تھی لیکن 1950ء کے بعد تحریک میں ایک طرح کا جمود آ گیا جو کہ آزادی ہند اور تقسیم ہند کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ تحریک میں از سر نو زندگی پیدا کرنے کی کوشش بھی کی گئی لیکن اسے عروج نو حاصل نہ ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جدیدیت پوری طرح سے ابھار چکی تھی۔ آپ جدیدیت کی تحریک سے متعلق تفصیلی معلومات دوسری اکائی میں حاصل کریں گے۔

اپنی معلومات کی جانچ کیجیے۔

1۔ تحریک کے لغوی معنی کیا ہیں؟

2۔ ترقی پسند تحریک کا باقاعدہ آغاز کب ہوا؟

9.2.1 پس منظر

ترقی پسند تحریک کے باقاعدہ آغاز سے قطع نظر اگر ہم غور کریں تو محسوس ہوگا کہ اس تحریک کا خمیر بہت پہلے سے تیار ہو رہا تھا۔ لندن میں ہندوستان کے کافی طلبہ تعلیم کی غرض سے مقیم تھے۔ ان طلبہ کا اگرچہ ہندوستان کے مختلف خطوں سے تعلق تھا اور ان کی مادری زبانیں بھی مختلف تھیں لیکن نظریاتی طور پر ان میں ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ ہندوستان میں غریبوں اور مجبوروں پر ہونے والے مظالم کی خبریں ان تک پہنچتی رہتی تھیں اور ان میں برطانوی حکومت اور سرمایہ دار طبقہ کے خلاف غم وغصہ بڑھتا جاتا تھا۔ لہٰذا ہندوستانی نوجوانوں نے جن میں سجاد ظہیر، ملک راج آنند، جیوتی گھوش، محمد دین تاثیر اور پرمود سین گپتا وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ''انڈین پروگریسیو رائٹرس اسوسی ایشن'' قائم کی۔ پھر اس کا اعلان نامہ تیار کیا گیا جس میں کہا گیا کہ ''ہمارا عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے نئے ادب کو ہماری موجودہ زندگی کی بنیادی حقیقتوں کا احترام کرنا چاہیے اور وہ ہے ہماری روٹی کا، بدحالی کا، ہماری سماجی پستی کا اور سیاسی غلامی کا سوال''

(یعقوب یاور، ترقی پسند تحریک اور اردو شاعری ص۔ 55-54)

اس کے علاوہ اسی اسوسی ایشن نے ایسی تجاویز بھی پیش کیں جن کی بنیاد پر ادیبوں کو اور اس اسوسی ایشن کو آگے کی کارروائی کرنی تھی۔ مثلاً ''ہندوستان کے مختلف لسانی صوبوں میں ادیبوں کی انجمنیں قائم کرنا، ان انجمنوں کے درمیان اجتماعوں اور پمفلٹوں وغیرہ کے ذریعے ربط وتعاون پیدا کرنا۔ صوبوں کی، مرکز کی اور لندن کی انجمنوں کے درمیان تعلق پیدا کرنا، ترقی پسند ادب کی تخلیق اور ترجمہ

کرنا جو صحتمند اور توانا ہو جس سے ہم تہذیبی پسماندگی کو مٹا سکیں اور ہندوستانی آزادی اور سماجی ترقی کی طرف بڑھ سکیں'' وغیرہ۔اس گروپ نے اپنی پہلی باقاعدہ میٹنگ لندن کے ایک چینی ریستوران ''نان کنگ ریستوران'' میں کی جس میں ملک راج آنند کو صدر منتخب کیا گیا۔ یہ لوگ پیرس میں منعقدہ World Congress of the writers for the defence of culture سے بھی کافی متاثر ہوئے۔اس کانفرنس میں میکسم گورکی' ویلڈ وفرینک' آندرے مارلو' برتول بریخت' ای ایم فاسٹر' لوئی آراگان' بورس پاسترنک اور رومین رولاں جیسے ممتاز ادیبوں نے شرکت کی تھی اور انہوں نے جو تجاویز منظور کی تھیں ان میں انسانیت کی بالادستی اور مظالم کی سرکوبی کے عزائم کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ پوری دنیا کے ادیبوں کو متحد کرنے کی یہ ایک بہت بڑی اور کامیاب کوشش تھی۔اس سے کانگریس سے انڈین پروگریسیو رائٹرس اسوسی ایشن کے ارکان کو اپنے مقاصد کو تیزی سے عملی جامہ پہنانے کی ترغیب ملی اور انہوں نے اپنی کوشش لندن کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں بھی شروع کردی۔اس ضمن میں سب سے پہلے تو انہوں نے اہم ارکان کے دستخطوں کے ساتھ ''اعلان نامے'' کو ہندوستان کے اہم ادیبوں تک پہنچایا۔ پریم چند نے اس کی زبردست حمایت کرتے ہوئے اسے اپنے رسالے ''ہنس'' میں شائع کردیا۔مجموعی طور پر پورے ملک میں اس اعلان نامے کا خیر مقدم کیا گیا۔1935ء کے آخر میں سجاد ظہیر ہندوستان واپس آگئے۔انہوں نے مختلف علاقوں اور مختلف زبانوں سے تعلق رکھنے والے ادیبوں سے رابطہ قائم کیا۔اس سے پہلے ''انگارے'' کے افسانوں نے ماحول کو کافی گرم کردیا تھا جس کے مصنفین میں سجاد ظہیر' احمد علی' محمود الظفر اور ڈاکٹر رشید جہاں شامل تھے۔ان میں سے موخر الذکر تین ادیبوں نے ہندوستان میں ترقی پسند نظریات کی تبلیغ سجاد ظہیر کی آمد سے پہلے ہی شروع کردی تھی۔ اندرون ہندوستان اور لندن میں کی گئی تمام جدوجہد کا نقطہ عروج اپریل 1936ء میں لکھنؤ میں منعقدہ ترقی پسند مصنفین کی پہلی کانفرنس کی صورت میں سامنے آیا۔

9.2.2 آغاز و ارتقا

ترقی پسند تحریک کا باقاعدہ آغاز اپریل 1936ء کی اس کانفرنس سے ہوتا ہے جس کی صدارت پریم چند نے کی تھی۔ پریم چند نے اپنے صدارتی خطبے میں ادب کی غرض وغایت بیان کی' ادیبوں کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور اس جلسے کو ''ادب کی تاریخ میں ایک یادگار واقعہ'' قرار دیا۔اس خطبے میں انہوں نے کہا کہ:

> ''ہم اپنے آپ کو ہندوستانی تہذیب کی بہترین روایات کا وارث سمجھتے ہیں اور ان روایات کو اپناتے ہوئے ہم اپنے ملک میں ہر طرح کی رجعت پسندی کے خلاف جدوجہد کریں گے اور ہر ایسے جذبے کی ترجمانی کریں گے جو ہمارے وطن کو ایک نئی اور بہترین زندگی کی راہ دکھائے۔''

انہوں نے ادیبوں اور فنکاروں کے لیے حسن وجمال کی بدلتی ہوئی معنویت' بدلتے ہوئے حالات اور عصری حیثیت کے تناظر میں ادب کی تعریف بھی پیش کی ہے۔اس کانفرنس میں شرکت کرنے والوں میں پریم چند کے علاوہ چودھری محمد علی ردولوی' سید سجاد ظہیر'

احمد علی، فراق گورکھپوری، محمود الظفر، حسرت موہانی، جوش ملیح آبادی، ساغر نظامی اور بنگال، مہاراشٹر، گجرات اور مدراس وغیرہ کے نمائندے شامل تھے۔ اسی کانفرنس میں سجاد ظہیر انجمن ترقی پسند مصنفین کے جنرل سکریٹری منتخب کیے گئے۔

لکھنؤ کانفرنس کی خاطر خواہ کامیابی کے بعد مختلف شہروں میں انجمن کی کانفرنسیں منعقد ہوئیں اور اس کی شاخوں کا قیام عمل میں آیا۔ دہلی، ممبئی، کلکتہ، بھیمڑی، حیدرآباد، الہ آباد، لکھنؤ، جے پور، رانچی وغیرہ میں بتدریج کانفرنسیں اور سمینار ہوتے رہے۔ بے شمار شاعر و ادیب اس تحریک سے وابستہ ہوئے (جس پر تفصیلی گفتگو آگے کی جائے گی) اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے بے لوث خدمات انجام دیں۔ جس کے سبب اس تحریک نے تنظیمی و علمی سطح پر ارتقائی منازل طے کیں اور بیسویں صدی کی سب سے کامیاب تحریک بن گئی۔

لیکن جس طرح دن کے بعد رات اور شام کے بعد صبح ہونا فطری امر ہے اسی طرح عروج کے بعد زوال بھی لازمی ہے۔ اس تحریک کا آغاز ہوا، عروج ہوا۔ اس نے نسلوں کو متاثر کیا۔ ادب کی فضا پر آسمان کی طرح سایہ فگن ہوگئی اور پھر رفتہ رفتہ تحلیل ہوگئی۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ 1947ء کے بعد جو تحریکیں، جو ادارے تعطل اور انتشار کے شکار ہوئے ان میں ترقی پسند تحریک بھی کافی اہم ہے۔ اس تحریک کے روح رواں سید سجاد ظہیر ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے۔ بعض ادیب و شاعر نہیں رہے اور اسی طرح چھٹے دہے میں ہی نظریاتی اعتبار سے اس تحریک میں بکھراؤ کے آثار نظر آنے لگے۔ 1948ء کے بعد رندوے کی قیادت میں کمیونسٹ پارٹی جس داروگیر کا شکار ہوئی اس کی وجہ سے بہت سے ادیب انجمن ترقی پسند مصنفین سے الگ ہو گئے۔ آزادی کے بعد خود ترقی پسند مصنفین نے ایک قرارداد کے ذریعے غیر کمیونسٹ ادیبوں پر انجمن کے دروازے بند کر دیے۔ انجمن اور تحریک کو نقصان پہنچانے میں اس واقعہ نے سب سے اہم رول ادا کیا۔ اس تحریک کو پروپگنڈہ اور نعرے کا نام بھی دیا گیا۔ بعض ادیب و شاعروں نے جب یہ محسوس کیا کہ یہ تحریک پروپگنڈہ بن گئی ہے اور اس سے ادب مجروح ہو رہا ہے تو انہوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس طرح آٹھویں دہائی کے آتے آتے ترقی پسند تحریک تحلیل (یہاں تحلیل کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ تحلیل ہونے والے مادے کا وجود گرچہ بظاہر ختم ہو جاتا ہے لیکن اسکی کوئی نہ کوئی صورت اور اس کی اثر انگیزی باقی رہتی ہے) ہو چکی تھی اور جدیدیت پوری طرح سے سر ابھار چکی تھی۔

اپنی معلومات کی جانچ کیجیے۔

1۔ لندن میں ہندوستانی نوجوانوں نے کون سی اسوسی ایشن قائم کی؟

2۔ ''انگارے'' میں کن مصنفین کے افسانے شامل تھے؟

3۔ ترقی پسند تحریک کی پہلی کانفرنس کی صدارت کس نے کی؟

4۔ پریم چند کے رسالہ کا نام بتایئے؟

9.3 ادب پر اثرات

آپ تحریک کے معنی و مفہوم سے واقف ہیں اور ترقی پسند تحریک کیا ہے یہ بھی جانتے ہیں۔ اس تحریک کے ادب پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہمیں اس پر غور کرنا ہے۔ آپ جانتے ہوں گے کہ ادب اپنے عہد کا آئینہ ہوتا ہے اور شاعر وادیب معاشرے کے سب سے زیادہ حساس افراد ہوتے ہیں۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ شاعر وادیب کے ذریعے جو ادب وجود میں آیا اس پر اس عہد' اس تحریک اور تحریک سے وابستہ نظریے کے واضح اثرات تھے۔ اس تحریک سے متعلق اور اس نظریے سے اتفاق رکھنے والے ادیبوں نے اپنی اپنی زبان کے ادب میں ترقی پسند خیالات کی تبلیغ اور تشہیر کی اور اس طرح اس تحریک نے پورے ہندوستان میں اور ہندوستان کی بیشتر زبانوں میں اپنے وجود کا احساس دلایا۔ پریم چند نے لکھنو میں اپنے خطبے میں کہا تھا کہ:

> ''ہندوستانی ادیبوں کا فرض ہے کہ وہ ہندوستانی زندگی میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا بھرپور اظہار کریں .... ایسے ادبی رجحانات کو نشوونما پانے سے روکیں جو فرقہ پرستی' نسلی تعصب اور انسانی استحصال کی حمایت کرتے ہیں .... ہماری کسوٹی پر وہ ادب کھرا اترے گا جس میں تفکر ہو' آزادی کا جذبہ ہو' حسن کا جوہر ہو' تعمیر کی روح ہو' زندگی کی حقیقتوں کی روشنی ہو جو ہم میں حرکت اور ہنگامہ اور بے چینی پیدا کردے۔ سلائے نہیں کیونکہ اب اور زیادہ سونا موت کی علامت ہوگی۔''

اس کی پیروی نظم ونثر دونوں میں ملتی ہے۔ ایک طرف پریم چند' کرشن چندر' راجندر سنگھ بیدی' سعادت حسن منٹو اور عصمت چغتائی وغیرہ فکشن میں اپنے کمالات دکھا رہے تھے تو دوسری طرف فیض احمد فیض' مخدوم محی الدین' علی سردار جعفری' اسرار الحق مجاز' معین احسن جذبی' ساحر لدھیانوی' جاں نثار اختر' مجروح سلطانپوری' کیفی اعظمی اور نیاز حیدر وغیرہ اپنی شاعری کے ذریعے اس تحریک کے رگ وریشے میں گرم لہو دوڑا رہے تھے۔ اختر حسین رائے پوری' خلیل الرحمٰن اعظمی' احتشام حسین' علی سردار جعفری' ممتاز حسین' مجنوں گورکھپوری اور پروفیسر قمر رئیس وغیرہ ایسے ناقدین ہیں جن کے تنقیدی افکار اس تنقید کے مقاصد سے ہم آہنگ رہے ہیں۔ اس تحریک کے نظریے کے حامیوں نے آزادی سے قبل اپنا رول ادا کیا اور آزادئ ہندوستان کے بعد اپنی ذمہ داری ایک الگ طرح سے نبھائی۔ دونوں صورتوں میں اس کا مقصد انسان دوستی کے جذبے کا فروغ' سامراجی قوتوں کے شکنجے سے نجات' عدم مساوات کے خلاف احتجاج اور مزدوروں' کسانوں اور محنت کشوں کو ان کے حقوق دلانے کی جدوجہد تھا۔ بلاشبہ اس جدوجہد میں بڑی قوت تھی اور یہی وجہ ہے کہ یہ تحریک بیسویں صدی کی سب سے مقبول اور موثر ادبی تحریک بن گئی۔

9.3.1 ترقی پسند شعراو ادبا

آیئے اب ہم اس تحریک سے وابستہ شعراوادبا کا سرسری جائزہ لیتے ہیں۔

اہم شعرا:

ترقی پسند تحریک کے علم بردار شاعروں میں فیض احمد فیض، مخدوم محی الدین، علی سردار جعفری، اسرارالحق مجاز، معین احسن جذبی، ساحرلدھیانوی، جاں نثاراختر، مجروح، اخترالایمان، کیفی اعظمی اور احمد ندیم قاسمی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔فیض احمد فیض کو ترقی پسند شعرا میں اہم مقام حاصل ہے۔فیض غزل کی کلاسیکی روایت سے بھی مستفید ہوئے اور انقلابی فکر سے بھی استفادہ کیا۔ دونوں کو ہم آہنگ کر کے ایک نئی کیفیت پیدا کی۔انہوں نے ''انقلابیت کی خاطر تغزل اور تغزل کی خاطر انقلابیت کو کبھی قربان نہیں کیا۔'' ن۔م۔ راشد نے فیض کے پہلے مجموعہ کلام کے تعلق سے کہا کہ ''یہ ایک ایسے شاعر کی نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے جو رومان اور حقیقت کے سنگم پر کھڑا ہے''۔

یہ رنگیں ریزے ہیں شاید ان شوخ بلوریں سپنوں کے
تم مست جوانی میں جن سے خلوت کو سجایا کرتے تھے
ناداری، دفتر، بھوک اور غم ان سپنوں سے ٹکراتے رہے
بے رحم تھا چومکھ پتھراؤ یہ کانچ کے ڈھانچے کیا کرتے

(فیض ۔ شیشوں کا مسیحا)

مخدوم محی الدین کا شمار صف اول کے ترقی پسند شعرا میں ہوتا ہے۔عام روش کے مطابق انہوں نے ابتدائی دنوں میں رومانی شاعری کی لیکن جلد ہی انقلابی شاعری کرنے لگے۔مخدوم بنیادی طور پر سیاسی آدمی تھے۔ملازمت ترک کر کے کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہوگئے۔ان کی نظمیں پوری آب و تاب کے ساتھ جلسوں اور جلوسوں میں گائی جاتی تھیں۔''اعتدال اور سنجیدگی'' مخدوم کے کلام کی خصوصیت ہے۔ان کی نظموں کے موضوعات عموماً مزدور کی زبوں حالی، نچلے کچلے طبقے کی ظلم و بربریت اور ان کا استحصال ہوتا ہے۔

حیات لے کے چلو کائنات لے کے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو

مخدومؔ

سردار جعفری نے تخلیقی سفر کا آغاز افسانہ نگاری سے شروع کیا، بعد میں شاعری کی طرف راغب ہوئے۔ان کا شمار اس تحریک

کے قافلہ سالاروں میں کیا جاتا ہے۔انہوں نے ''ہنگامی اور موضوعاتی'' شاعری کی۔تنقیدی مضامین بھی لکھے جسے ادبی دنیا میں کافی سراہا گیا۔سردار جعفری، جوش ملیح آبادی سے کافی متاثر تھے۔اس لیے ان کی نظموں میں جوش کا رنگ ملتا ہے۔نئی دنیا کو سلام' ایشیا جاگ اٹھا' اور زنداں نامہ' ان کی اہم نظمیں ہیں۔

ان ہاتھوں کی تعظیم کرو ان ہاتھوں کی تکریم کرو
دنیا کے چلانے والے ہیں ان ہاتھوں کو تسلیم کرو

(سردار جعفری)

عالم ہستی کا دل دادہ ہوں میں
پھر یہ کیوں مرنے پہ آمادہ ہوں میں

(سردار جعفری)

ترقی پسند تحریک کے اولین دور کے شاعروں میں اسرار الحق مجاز کا بھی شمار ہوتا ہے۔یہ بیک وقت نظم وغزل دونوں پر قدرت رکھتے تھے لیکن شہرت کا سبب نظم ہی بنی۔ان کی شاعری میں انقلابیت کی گھن گرج سنائی دیتی ہے اور رومانی فضا بھی چھائی رہتی ہے لیکن یہ رومانیت' محبت آمیز باتیں' شوخی اور بے باکی پاکیزہ نوعیت کی ہے۔مجاز کی شعریت میں ''ہوس کاری'' ''جرم خودکشی'' ہے۔ان کی شاعری کو عزیز احمد نے 'انقلاب اور تغزل کا حسین امتزاج'' قرار دیا ہے۔''آوارہ'' اندھیری رات کا مسافر' رات اور ریل' نذر علی گڑھ ان کی مشہور و معروف نظمیں ہیں۔

تیرے ماتھے کا یہ آنچل بہت ہی خوب ہے لیکن
تو اس آنچل سے اک پرچم بنالیتی تو اچھا تھا

مجاز

لے کے اک چنگیز کے ہاتھوں سے خنجر توڑ دوں
تاج پر اس کے دمکتا ہے جو پتھر توڑ دوں
کوئی توڑے یا نہ توڑے میں ہی بڑھ کر توڑ دوں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں

مجاز

معین احسن جذبی کی بنیادی شناخت ترقی پسند غزل گو شاعر کی ہے۔مزدوروں کی حمایت اور سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کرنے والوں میں جذبی کا نام قابل ذکر ہے۔سماج کی برائیوں کو دیکھ کر تڑپ اٹھنے والے جذبی کی شاعری میں دردوغم کا عنصر نمایاں ہے

INSTRUCTIONAL MEDIA CENTRE * MANUU
IMC LIBRARY
Hyderabad-34.

لیکن یہ غم محض ذاتی نہیں بلکہ اجتماعی ہے۔ جذبی کا خیال تھا کہ ''سیاست میں مصلحت کا بہت کچھ دخل ہے لیکن مصلحت پر شعر کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی'' لہٰذا انہوں نے ہمیشہ فن کے تقاضے کو اہمیت دی اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہے۔

مرنے کی دعائیں کیوں مانگوں' جینے کی تمنا کون کرے
یہ دنیا ہو یا وہ دنیا' اب خواہشِ دنیا کون کرے

جب کشتی ثابت وسالم تھی' ساحل کی تمنا کس کو تھی
اب ایسی شکستہ کشتی پر ساحل کی تمنا کون کرے

جذبیؔ

کیا تجھ کو پتہ کیا تجھ کو' خبر دن رات خیالوں میں اپنے
اے کاکلِ گیتی ہم تجھ کو کس طرح سنوارا کرتے ہیں

جذبیؔ

ساحر لدھیانوی رومانی طرز پر شاعری کرنے والے نوجوان نسل کے پسندیدہ شاعر تھے۔ زبان سادہ اور سلیس تھی۔ ابتدائی نظموں میں محبت اور جذبات واحساسات' نوجوان دلوں کی آرزوئیں' تمنائیں' ناکامی ومحرومی ان کے عزائم اور ارادے کو مختلف زاویے سے پیش کیا ہے لیکن ان کے یہاں رفتہ رفتہ موضوع میں تبدیلی ہوئی اور طبقاتی شعور' انقلابی آہنگ اور اہل اقتدار کو بھی اپنی نظموں کا موضوع بنایا۔ پرچھائیاں ان کی طویل نظم ہے۔

خلوت وجلوت میں تم مجھ سے ملی ہو بارہا
تم نے کیا دیکھا نہیں' میں مسکرا سکتا نہیں
میں کہ مایوسی مری فطرت میں داخل ہوگئی
جبر بھی خود پر کروں تو گنگنا سکتا نہیں

ساحرؔ

جاں نثار اختر نے گرچہ رومانی نظموں سے اپنی شاعری کی ابتدا کی لیکن جلد ہی سماجی حقیقتوں کی عکاسی کرنے لگے اور ہمیشہ اس تحریک کے نظریے کے حامل رہے۔ جاں نثار اختر نے اپنے اطراف واکناف میں ہونے والے واقعات کو دیکھا' محسوس کیا اور انہیں تجربات ومشاہدات کی بنا پر اسے اپنی شاعری میں جگہ دی۔

بجھ چکی ہے آسماں پہ ڈوبتے سورج کی آگ
ہر بگولہ گارہا ہے خانہ ویرانی کا راگ

جاں نثار اختر

بھوک کے مارے مویشی ہڈیوں کے ڈھانچ سے
ذرّے ذرے میں تپش دن کی سلگتی آنچ سے

جاں نثار اختر

اختر الایمان بھی اپنی انفرادی شناخت رکھتے ہیں۔ ان کی نظموں میں فرد اور سماج کا ٹکراؤ اور انسانی رشتوں کی پامالی کی واضح مثالیں ملتی ہیں۔ ''ایک لڑکا'' ان کی نمائندہ نظم ہے جس میں ''ایک لڑکا'' مٹتی ہوئی تہذیب کی علامت بن کر سامنے آیا ہے۔

آپ ہوں میں نہیں انسان سے مایوس ابھی
ابھی پھوٹے ہیں شگوفے ابھی کمسن ہے بہار
شبنمی سبز لبادوں سے مہک آتی ہے
خاک و خوں توڑ ہی دیں گے کبھی دیرینہ خمار

اختر الایمانؔ

ابھی آپ نے ترقی پسند شعرا اور ان کے کلام کا جائزہ لیا۔ اب ہم اس تحریک سے وابستہ ادیبوں کا بھی مختصر جائزہ لیں گے۔

ترقی پسند ادیبوں میں فکشن نگار کی حیثیت سے پریم چند کے علاوہ کرشن چندر، بیدی، منٹو اور عصمت کے نام کافی اہم ہیں۔ جب کہ ناقد کی حیثیت سے سجاد ظہیر، احتشام حسین، ممتاز حسین، محمد حسن اور قمر رئیس وغیرہ کا نام اہمیت رکھتے ہیں۔ کرشن چندر نے ناول اور افسانے دونوں لکھے لیکن بنیادی شناخت افسانے کی وجہ سے ہے۔ مزاجاً یہ جذباتی اور رومان پسند تھے۔ ان کے افسانے میں بھی اس کی جھلک نمایاں ہے لیکن یہ جذباتیت اور رومانیت بھی سماجی حقیقت نگاری کی عمدہ مثال بن گئی ہے۔ انہوں نے انسان دوستی اور بہتر سماج کی آرزومندی بھی کی ہے جس میں وہ بڑی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔ منٹو اپنے دور کے باغی افسانہ نگار کہے جاتے تھے۔ تقسیم ہند کا المیہ، فرقہ ورانہ فسادات کے ساتھ ساتھ جنسی و نفسیاتی کشمکش ان کے افسانوں کے اہم موضوعات رہے ہیں۔ عصمت چغتائی عموماً متوسط طبقے کے مسلمان گھروں کی تصویر کشی کرتی ہیں۔ خاص طور پر نسوانی کردار ان کے افسانوں کے موضوع ہوا کرتے ہیں۔ عصمت نئی زبان، نیا اسلوب اور بے باکانہ انداز و بیان کے لیے جانی جاتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ''لکھنے کے لیے میں نے دنیا کی عظیم ترین کتاب یعنی زندگی کو پڑھا ہے اور اسے بے انتہا دلچسپ اور موثر پایا ہے۔''

سجاد ظہیر کا شمار اس تحریک کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ اس تحریک کو منظم شکل دے کر کامیاب بنانے میں ان کا بہت اہم رول رہا ہے۔ احتشام حسین کا شمار ترقی پسند نقادوں میں ہوتا ہے۔ یہ مارکسی نظریے کے حامل تھے اور اس کی مدد سے زندگی اور ادب کو سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ اپنی بات انتہائی نپے تلے انداز میں مدلل طریقے سے پیش کرتے تھے۔ محمد حسن عصر حاضر کے ترقی پسند ناقد ہیں۔

کارل مارکس نے اپنی کتاب ''سرمایہ'' میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے یہ اتفاق کرتے نظر آتے ہیں۔محمد حسن نے ادب کا رشتہ زندگی اور سماج سے جوڑا ہے۔ان کے تنقیدی مضامین کے مجموعے ''ادبی تنقید'' میں ان خیالات کا اظہار ہوتا ہے۔قمر رئیس کا شمار اردو کے ممتاز ناقدین میں ہوتا ہے۔ان کے ذکر کے بغیر دور جدید کی ترقی پسند تحریک اور انجمن ترقی پسند مصنفین کا تصور نامکمل ہے۔پریم چند اور سجاد ظہیر کے بعد انجمن ترقی پسند مصنفین کو منظّم اور متحرک کرنے کے حوالے سے قمر رئیس بلاشبہ سب سے اہم نام ہے جس نے ایک طویل مدت تک انجمن کے مقاصد کے تحت کوئی نہ کوئی سرگرمی جاری رکھی۔

اپنی معلومات کی جانچ کیجیے۔

1۔ ''ہماری کسوٹی پر وہ ادب کھرا اترے گا جس میں تفکر ہو'' کس کا قول ہے؟

2۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ کسی چار شاعر و ادیب کے نام بتائیے؟

3۔ محمد حسن کے تنقیدی مضامین کے مجموعے کا نام کیا ہے؟

4۔ ''آوارہ'' کس کی نظم ہے؟

5۔ بجھ چکی ہے آسماں یہ ڈوبتے سورج کی راگ
ہر بگولہ گا رہا ہے خانہ ویرانی کا راگ
یہ شعر کس شاعر سے منسوب ہے؟

9.4 خلاصہ

ترقی پسند تحریک کی نیو لندن میں رکھی گئی۔یہ 1930ء کی بات ہے۔اس وقت ہندوستان کے چند نوجوان تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے لندن گئے ہوئے تھے۔ان نوجوانوں میں سجاد ظہیر، ملک راج آنند، محمد دین تاثیر، پرمود سین گپتا، جیوتی گھوش تھے۔انہوں نے پہلی بار ملک کے سیاسی و سماجی حالات کے تناظر میں انسانیت کی خدمت کا خواب دیکھا اور انفرادی طور پر سعی و جستجو کرنے کے بجائے اجتماعی طور پر اور تمام زبانوں کے تخلیق کاروں کو ہمراہ لے کر ہندوستانیوں کو پستی غلامی، مظلومی اور استحصال سے آزاد کرانے کا خواب دیکھا اور کوشش کی۔اس گروہ نے انڈین پروگریسیو رائٹرز ایسوسی ایشن بنائی، بعد میں مینی فیسٹو بنایا اور ہندوستان میں باقاعدہ ماحول تیار کیا۔اپریل 1936ء میں اس کانفرنس کا باقاعدہ آغاز ہوا جس میں پریم چند نے صدارتی خطبہ دیا۔اس کانفرنس کے بعد ہی اس تحریک نے اپنی منظّم صورت اختیار کی اور معروف شاعروں، ادیبوں نے اس کی سرپرستی کی۔ان میں پریم چند، مولوی عبدالحق، حسرت موہانی، جوش، فراق، فیض، سجاد ظہیر، محمد حسن، قمر رئیس وغیرہ کے نام اہم ہیں۔

الہٰ آباد، حیدر آباد، لکھنؤ، جے پور، رانچی وغیرہ میں بتدریج کانفرنسیں اور سمینار ہوتے رہے۔اور اس طرح اس تحریک نے تنظیمی و علمی

کے نام اہم ہیں۔

الہ آباد، حیدرآباد، لکھنؤ، جے پور، رانچی وغیرہ میں بتدریج کانفرنسیں اور سمینار ہوتے رہے۔ اور اس طرح اس تحریک نے تنظیمی و علمی سطح پر ارتقائی منازل طے کیں اور بیسویں صدی کی سب سے کامیاب تحریک بن گئی۔ لیکن 1947 کے بعد یہ تحریک بھی تعطل اور انتشار کی شکار ہوگئی (تفصیل اس اکائی میں درج ہے) اور آٹھویں دہائی آتے آتے یہ تحریک تحلیل ہوچکی تھی اور جدیدیت پوری طرح سر ابھار چکی تھی۔

9.5 نمونہ امتحانی سوالات

ذیل کے سوالوں کے جواب 30، 30 سطروں میں دیجیے۔

1۔ ترقی پسند تحریک کے پس منظر کی وضاحت کرتے ہوئے ترقی پسند شاعری کا جائزہ لیجیے۔

2۔ ترقی پسند تحریک کے آغاز و ارتقا پر روشنی ڈالیے۔

ذیل کے سوالوں کے جواب 15، 15 سطروں میں دیجیے۔

1۔ ترقی پسند تحریک کیا ہے؟

2۔ ترقی پسند مصنفین کا احاطہ کیجیے؟

3۔ ترقی پسند تحریک کے ادب پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

9.6 فرہنگ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
مشاورتی	صلاح و مشورہ کا عمل	پمفلٹ	چھوٹی کتاب
خمیر	مزاج	غرض و غایت	مطلب، ضرورت
مینی فیسٹو	منشور	منظّم	وہ چیز جو انتظام کے ساتھ ہو

INSTRUCTIONAL MEDIA CENTRE * MANUU * Hyderabad-34. IMC LIBRARY

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اشتراکیت	ایک اعتدال پسند نظریہ حیات جس کے مطابق ذرائع پیداوار پر عوام کی مشترکہ ملکیت ہونی چاہیے	تغزل	غزل کے خمیر کو تغزل کہتے ہیں
تبلیغ	پہنچانا	امتزاج	ہم آہنگی
پسماندہ	پچھڑا ہوا	انفرادی	ذاتی، شخصی
تشہیر	مشہور کرنا	بگولہ	ہوا کا چکر
مدلل	دلیل سے ثابت کیا ہوا، معقول	اقتدار	طاقت، اختیار، مرتبہ
متحرک	حرکت کرنے والا		

9.7 سفارش کردہ کتابیں

1۔ ترقی پسند ادب پچاس سالہ سفر — قمر رئیس، عاشور کاظمی

2۔ ترقی پسند ادب — علی سردار جعفری

3۔ ترقی پسند تحریک اور اردو شاعری — یعقوب یاور

4۔ نیاز حیدر شخصیت اور شاعری — ڈاکٹر محمد ظفر الدین

***   ***